© rasailojaraid.com

مولانا توقیر احمد ندوی
رفیق دار المصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ (انڈیا)

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نظریۂ تقلید

اعتدال وتوسط شاہ ولی اللہ دہلوی محدثؒ کا وہبی اور تجدیدی امتیاز ہے۔ یہی امتیاز اجتہاد وتقلید کے باب میں بھی کارفرما ہے۔ وہ تقلید کے خلاف نہیں تھے مگر اندھی تقلید کے بھی قائل نہ تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کے مختلف علمی اور فقہی طبقوں کے افکار میں تطبیق کی کوشش کی اور مختلف فیہ مسائل میں الجھنے کے بجائے متفق علیہ مسئلوں کی طرف لوگوں کو لانے کی جدوجہد کی۔

دراصل شاہ صاحب نے جس دور میں ہوش سنبھالا، اس وقت دو طرح کے گروہ سرگرم تھے۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو ہر خاص وعام مسلمان کو براہِ راست کتاب وسنت پر عمل کرنے اور ان ہی سے ہر معاملہ میں رہنمائی حاصل کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ تھے جو ان غیر مقلدین کو فاسق وضال گردانتے تھے اور سب کے لیے تقلید کو ضروری خیال کرتے تھے۔ مگر شاہ صاحب نے جو مسلک اختیار کیا، وہ شریعت سے قریب تر تھا۔ انھوں نے چوتھی صدی ہجری سے قبل تک جو عمل رائج تھا، اس کی تجدید کی کوشش کی۔ ''عقد الجید'' میں رقم طراز ہیں:

ان الامة اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابة وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین. وھکذا فی کل طبقة اعتمد العلماء علی من قبلھم. (ص۵۴)

''شریعت کے معاملات میں امت بالاتفاق سلف پر اعتماد کرتی آئی ہے۔ تابعین، صحابہؓ پر اور تبع تابعین پر اعتماد کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح سے ہر طبقہ نے اپنے سے قبل کے علماء پر اعتماد کیا۔''

ائمہ اربعہ سے قبل دوسری صدی کے آخر تک تقلید کا یہی انداز رہا۔ صحابہؓ وتابعینؒ میں بھی یہی عمل رائج تھا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''چار مذہبوں کے ظہور سے قبل تک یہی معمول رہا ہے کہ کسی بھی عالم کی تقلید کی جاتی تھی، کسی بھی معتبر آدمی نے اس پر انکار نہیں کیا۔ اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ لوگ ضرور اس پر اعتراض کرتے۔'' (''عقید الجید''۔ ص۵۰)

مگر تقلید کے وقت اعتقاد بالکل نہیں رکھنا چاہیے کہ ہم جس امام کی تقلید کر رہے ہیں، وہی صحیح ہے اور وہ امام دیگر اماموں پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے۔ شاہ صاحب اپنی مذکورہ بالا کتاب میں فرماتے ہیں:

''تقلید کے صحیح ہونے کے لیے بالاجماع یہ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں کہ ہمارا امام تمام دیگر ائمہ پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے۔ کیوں کہ صحابہ کرام اور تابعین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ پوری امت میں افضل حضرت ابوبکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صدیق ؓ پھر حضرت عمرؓ ہیں ۔ پھر بھی وہ لوگ بہت سے مختلف فیہ مسائل میں ان کے علاوہ کی تقلید کرلیا کرتے تھے اور کسی نے اس پر انکار بھی نہیں کیا۔ لہٰذا یہ اجماعی مسئلہ ہوا۔'' (ص ۱۰۳)

شاہ صاحب نے مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کو اختیار کرنے اور ان کو ترک کرنے کے موضوع کو اتنی اہمیت دی ہے کہ **عقد الجید فی احکام الاجتھاد و التقلید میں تاکید الاخذ بھذا المذاھب الاربعة والتشدید فی ترکھا والخروج عنھا** کے عنوان سے ایک مستقل باب قائم کیا ہے اور مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تاکید اور اس کو ترک کرنے کی شدت سے نہ صرف مخالفت کی ہے بلکہ اس کے عظیم فوائد اور بڑی مصلحتیں بھی بیان کی ہیں ۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان کو ترک کر دینے میں بڑے فساد کا خطرہ ہے:

''**اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کثیرة**'' (''عقد الجید''۔ ۵۳)

اس کے مختلف اسباب بھی بیان کیے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ شریعت کے احکام جاننے کے لیے سلف پر اعتماد کیا جائے ۔ آثار بھی شاہد ہیں کہ اسی پر عمل ہوتا آیا ہے ۔ اپنے ماقبل پر اعتماد استنباط میں بھی ممدو معاون ہے ۔ نقل کی اس سے بہتر صورت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے ماقبل طبقہ سے متصل رہے اور اس پر اعتماد کرے ۔ استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ سلف کے مذاہب صحیح طور پر معلوم ہوں تاکہ ان کے اقوال سے ہٹنے کی بنا پر اجماع سے انحراف لازم نہ آئے اور ان کے اقوال پر اعتماد کرنے میں اپنے امکان بھر جد و جہد کرے۔

شاہ صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ''**اتبعو السواد الاعظم**'' نقل کر کے رقم طراز ہیں کہ چوں کہ سچے مذاہب ان چار کے علاوہ مفقود ہیں تو ان مذاہب کا اتباع ہی سواد اعظم (بڑی جماعت) کا اتباع ہے اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے انحراف ہے (عقد الجید۔ ص ۵۶) مزید آگے فرماتے ہیں چوں کہ ہمارا زمانہ عہدِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت دور ہے' اس میں امانتیں ضائع ہونے لگی ہیں، ان بنا پر ظالم قاضیوں یا نفس پرست مفتیوں کے اقوال پر اس وقت تک اعتماد کرنا جائز نہیں' جب تک کہ وہ صراحت کے ساتھ اپنی بات کی نسبت سلف میں سے کسی ایسے مشہور شخص کی طرف نہ کریں ۔ جس کی صداقت، امانت اور ذہانت کا چرچا ہو چکا ہو اور نہ کسی ایسے شخص پر اعتماد جائز ہے ۔ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اجتہاد کے شرائط کا جامع نہیں ہے ۔ شاہ صاحب امام بغوی محدث کے حوالے سے ''عقید الجید'' میں لکھتے ہیں:

''جو شخص شرائط اجتہاد کا جامع نہ ہو' اس کے لیے واجب ہے کہ پیش آنے والے مسائل میں مجتہد کی تقلید کرے۔'' (ص ۱۴۱)

کیوں کہ جب عالم میں اجتہاد مفقود ہوں تو خود اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی مجتہد کی تقلید کرے ۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''جب علماء میں یہ باتیں نہ پائی جائیں تو ان کی تصدیق نہیں کی جا سکتی ۔ اسی کی طرف حضرت عمر بن الخطابؓ نے بھی اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ منافق کا قرآن سے جدال، اسلام کی دیواروں کو ڈھا دے گا اور عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی فرمایا کہ جس کو اتباع کرنی ہے' وہ سلف کا اتباع کرے۔'' (''عقید الجید''۔ ص ۵۸)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگرچہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں مگر اس پر بھی زور دیتے نظر آتے ہیں کہ تقلید میں اعتدال کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ انھوں نے تقلید کے ساتھ یہ شرط لگا دی ہے کہ عمل کے وقت ذہن صاف اور نیت درست ہونی چاہیے اور اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اصل مقصد محض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع و پیروی ہے اور جس شخص پر وہ اعتماد کر رہا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ شخص کتاب وسنت کا ماہر اور شریعت اسلامی کا ترجمان ہے۔ لیکن یہ تقلید موقت ہوگی۔ کیوں کہ اس مسئلہ میں جب کوئی صحیح حدیث یا معتبر دلیل اس مذہب کے خلاف اسے مل جائے گی تو اس کے لیے ترک تقلید ضروری ہوگا۔ ان کے نزدیک اگر دو برابر درجہ کے مجتہدین کا بیان کردہ مسئلہ باہم مختلف ہو تو صحیح تر قول یہی ہے کہ مقلد کو دونوں میں اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے' عمل کرے۔

شاہ صاحب اپنی مشہور زمانہ تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں فرماتے ہیں:

''تمام امت کا یا ان میں سے قابل اعتماد افراد کا ان چاروں مذاہب کی تقلید پر اتفاق رہا ہے۔ ان ہی میں سے وہ جس پر چاہے عمل کرے۔'' (۳۶۷/۱)

وہ اعتدال اور میانہ روی پر مستقل باب قائم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ہم نے افراط وتفریط کے درمیان کی جو راہ بیان کی ہے' مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے والے تمام جمہور علماء نے اسی کو اختیار کیا اور ائمہ مذاہب نے اپنے اصحاب کو اسی کو اختیار کرنے کی وصیت کی۔ الیواقیت والجواہر میں شیخ عبدالوہاب امام ابوحنیفہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو شخص میرے دلائل سے پوری طرح واقف نہیں' اسے میرے کلام سے فتویٰ دینا درست نہیں اور جب امام صاحب فتویٰ دیتے تو اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے' یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے' جتنا ہمیں معلوم ہے اس کے لحاظ سے بہتر ہے اور اگر کوئی اس سے اچھی رائے دے تو وہ زیادہ لائق صحت ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر شخص کا کلام قابل اخذ ورد ہو سکتا ہے۔'' (''عقد الجید'' ۔ص ۱۴۱)

اسی طرح سے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب حدیث کی صحت ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ ان ہی سے ایک اور روایت ہے تم جب میرا کلام حدیث کے مخالف دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔ امام احمد فرماتے ہیں کسی کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلام کی گنجائش نہیں۔ وہ کہتے نہ میری تقلید کرو نہ مالک واوزاعی اور نخعی وغیرہ کی تقلید کرو۔ صرف کتاب وسنت کی روشنی میں کسی کی تقلید کیا کرو۔

شاہ صاحب نے مطلق تقلید کی دو قسمیں بیان کی ہے۔ تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے مسالک کی تدوین وتشہیر سے پہلے دوسری صدی ہجری کے آخر تک تقلید غیر شخصی کا رواج تھا۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین کرامؒ کے دور میں بھی اس کا دستور تھا۔ پھر جب ائمہ اربعہ کے مذاہب ومسالک نے مدون شکل اختیار کر لی تو جن کو یہ دستیاب ہوئے' انھوں نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے عمل کی بنیاد رکھ لی۔ آہستہ آہستہ اس کا رواج بڑھتا گیا اور عام طور پر اسے اپنا لیا گیا ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''دوصدیوں کے بعد لوگوں میں مخصوص مجتہدین کے مذاہب کو اختیار کرنے کا رواج شروع ہوا اور اس وقت کسی معین مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرنے والے بہت کم لوگ رہ گئے تھے اور اس وقت معین مذہب کی تقلید ہی واجب ہوگی۔'' (ص۴۳)

''حجۃ اللہ البالغہ'' میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

اعلم ان الناس كانوا قبل المائة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه (۳۶۸/۱) (*)

چوتھی صدی سے قبل تمام لوگ تقلید شخصی پر جمع نہ ہوئے تھے بلکہ بعض لوگوں میں اس وقت تقلید غیر شخصی کا بھی وجود تھا۔

شاہ صاحب کا خیال ہے کہ امت کے لیے چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید شخصی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خاص عنایت اور ایک الہامی راز ہے اور یہ حفاظت دین وشریعت کے لیے بھی مفید ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''تقلید شخصی میں بہت سے مصالح ہیں جو مخفی نہیں۔ خاص طور پر اس موجودہ دور میں جس میں کم ہمتی کی کثرت ہے اور انسان خواہش پرستی میں مستغرق ہے اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر خوش اور مغرور ہے۔'' (حجۃ۔ ۳۷۲/۱)

اسی طرح عقید الجید میں اس کی افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بهذا المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفی الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرة. (ص۵۳)

اربعہ کو اپنانے میں بڑی مصلحت اور فائدے ہیں اور اس کو ترک کرنے اور نظر انداز کرنے میں بڑے فساد کا خطرہ ہے۔''

''الانصاف فی بیان الاختلاف'' میں لکھتے ہیں:

''مجتہدین کے مذاہب کی پابندی میں ایک راز ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا اور اس پر جمع کیا۔ علماء خواہ اس کی خوبیوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔'' (ص۴۵)

(*) شاہ صاحب نے تقلید اور عدم تقلید کے ادوار کے بارے میں مختلف جگہوں پر تاریخی نقطۂ نظر سے گفتگو کی ہے۔ ان میں جو کچھ لکھا ہے، اس میں کسی قدر اختلاف پایا جاتا ہے۔ ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوسری صدی ہجری تک لوگ تقلید پر مجتمع ہوگئے تھے۔ مگر ''حجۃ اللہ البالغہ'' اور ''تفہیمات'' وغیرہ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ چوتھی صدی تک بھی کسی ایک معین مذہب پر جمع نہیں ہوئے تھے۔ دراصل ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے بعد کی تصنیف ہے۔ جس کا خاکہ شاہ صاحب نے خود ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں ''غایۃ الانصاف'' کے نام سے پیش کیا ہے۔ لہٰذا ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' میں جو کچھ لکھا ہے، وہ ان کی آخری تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اس کی تطبیق میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسری صدی کے بعد لوگ مذہب معین کے پابند ہوگئے تھے اور اس کے بعد کی صدیوں میں تقلید میں اضافہ اور شدت پیدا ہوگئی۔ (''الفرقان'' بلکہ یہی خیال صحیح ہے اور شاہ صاحب کی عبارت میں غور کرنے والے کے لیے اشارہ موجود ہے کہ نفس تقلید شخصی دوسری صدی کے بعد شروع ہوئی اور دھیرے دھیرے چوتھی صدی تک وہ رواج عام اور متفق علیہ چیز بن گئی)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ شاہ صاحب تقلید کے قائل تھے تو مذاہب اربعہ میں سے کسے ترجیح دیتے تھے۔اس کے متعلق ''فیوض الحرمین'' میں فرماتے ہیں:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ میرا خیال ہے پہلے میں ان کے خلاف تھا...... (ان میں سے) دوسری بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ ان مذاہب اربعہ ہی کی تقلید کروں اوران سے باہر نہ جاؤں۔'' (ص ۶۴،۶۵)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کے مقابلہ میں اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے۔جس کی تدوین وتنقیح بخاری اوران کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی۔'' (ص ۴۸)

شاہ صاحب ''عقدالجید'' میں تقلید کو دو حصوں میں منقسم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اعلم ان تقلید المجتھد علی وجھین واجب وحراما آگے اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ ہر شخص کتاب وسنت سے واقف نہیں ہوتا۔اس کے معنی ومفہوم کی گہرائی وگیرائی تک اس کی رسائی ممکن نہیں ۔وہ خود سے مسائل کا استنباط نہیں کرسکتا۔لہٰذا وہ کسی عالم وفقیہ سے مسائل کے بارے میں دریافت کرے گا کہ فلاں مسئلہ میں حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حکم ہے۔فقیہ جو کچھ اسے بتائے گا' سائل اسی کے مطابق عمل کرے گا۔اب یہ مسئلہ صریح نص سے ماخوذ ہو یا اس سے مستنبط ہو یا قیاس پر مبنی ہو۔یہ تمام صورتیں اگر چہ دلالت ہی ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کی صورتیں ہیں اور تمام امت کا اس کے درست ہونے پر ہمیشہ سے اتفاق رہا ہے۔(''عقدالجید''۔ص ۱۲۰)

اب یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا عامی کے لیے کسی ایک مذہب کی تقلید ضروری ہے؟

شاہ صاحب عامی کے لیے تقلید ضروری اور واجب قرار دیتے ہیں خواہ کسی معین مذہب کی تقلید کرتا ہو یا نہیں۔کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ کسی مجتہد سے رجوع کر کے اس پر عمل کرے مگر کسی دوسرے مسئلہ میں اسے اختیار حاصل ہے۔چاہے وہ اسی مجتہد سے فتویٰ لے یا دوسرے سے (''عقدالجید''۔ص ۱۳۸) اگر عامی کسی خاص مذہب کا پابند ہے تو کیا وہ اس کے خلاف جاسکتا ہے۔شاہ صاحب کا مسلک ہے کہ اس مذہب کے خلاف جانا اس کے لیے جائز نہیں (''عقدالجید''۔ص ۱۰۵) مگر مخصوص حالات میں کچھ شرطوں کے ساتھ اس مذہب کے خلاف جانے کو جائز بھی قرار دیا ہے (''عقدالجید''۔ص ۱۰۶) اوراگر وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہے تو وہ جس مذہب کی چاہے تقلید کرے۔شاہ صاحب نے ان تمام مسائل پر انتہائی اہم اور مفصل بحث فرمائی ہے۔

شاہ صاحب عامی کو مذہب اربعہ تک ہی محدود رہنے کو واجب قرار دیتے ہیں مگر کسی ایک مذہب معین کی تقلید کے وہ قائل نہیں۔ہاں اگر عامی کسی ایسی جگہ ہے جہاں صرف ایک ہی مذہب کے علماء وفقہا ہیں تو وہ ایسا کرسکتا ہے مگر غیر معین مذہب کی تقلید میں خواہش نفس کا اتباع نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ صاحب جن لوگوں کے لیے تقلید کو حرام قرار دیتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) ایسا شخص جسے کسی درجے میں اجتہاد کا ملکہ ہو خواہ وہ ایک ہی مسئلہ میں البتہ اس کے لیے دوسرے مسائل میں تقلید جائز ہے۔

(۲) اگر کسی مسئلہ میں کسی کو یہ معلوم ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے اور اس کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم موجود نہیں ہے اور اس کا بھی علم ہو کہ یہ امر یا نہی منسوخ نہیں اور احادیث کی جانچ پرکھ اور متبحرین فی العلم کی اکثریت کا عمل دیکھنے کے بعد جو مسلک اس کے نزدیک زیادہ واضح اور ظاہر ہو اس کے خلاف عمل کرنا اس کے لیے حرام ہوگا۔ ظاہر ہے یہ تمام جدوجہد ایک عالم وفقیہہ ہی کر سکتا ہے نہ کہ عامی شخص۔

(۳) وہ عامی جو کسی ایک معین فقیہہ کی تقلید کرتا ہو۔ اگر اس کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ اس جیسے آدمی سے غلطی کا صدور ہی ممکن نہیں۔ اس نے جو کچھ کہا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اور یہ قطعی فیصلہ کرلے کہ وہ کسی بھی حالت میں اس کی تقلید ترک نہیں کرے گا۔ خواہ اس کے خلاف صریح دلیل ہی کیوں نہ ہو تو شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ **اتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللّٰہ** کا مصداق ہے۔

(۴) وہ شخص جو یہ جائز نہ سمجھتا ہو کہ حنفی المسلک، شافعی المسلک سے یا کوئی شافعی، حنفی سے مسئلہ دریافت کرے یا کوئی حنفی کسی شافعی امام کی تقلید کرے تو وہ قرونِ اولیٰ کے اجماع سے انحراف کرنے اور تابعین کی بھی مخالفت کرنے کا مرتکب ہوگا۔

مصادر

(۱) ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' شاہ ولی اللہ دہلویؒ، المکتبۃ العلمیۃ لاہور (پاکستان)۔ اپریل ۱۹۷۱ء

(۲) ''عقد الجید'' شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مطبع سعیدی، کراچی، ۱۳۷۹ھ

(۳) ''حجۃ اللہ البالغۃ'' شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مکتبہ تھانوی، دیوبند، ۱۹۸۶ء

(مطبوعہ: ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ۔ اپریل ۲۰۰۷ء)

© rasailojaraid.com